اخلاق اور معیشت: تعلیمات شاہ ولی اللہؒ کی روشنی میں

Ethics and Economics (in the light of Educations of Shah Waliullah)

حفیظ اللہ تالپور[1]

ABSTRACT:
Shah Waliullah is well known for his immense contributions towards the development of Islamic thought. He made vast intellectual contributions according to the needs of his time. He penned down issues on numerous topics such as Economic, ethical Education and Political thoughts. His works continue to inspire and benefit many people even today. Shah Waliullah without doubt struggled for the improvement of Muslims especially in Ethics and Economics, frequently advising the Muslims to return to the pristine to teaching of the core text i.e., Quran & Sunnah. He urged the Muslim to refrain from false practices. Shah Waliullah left a lasting legacy behind and indeed is and always will be source of inspiration for generation to come. His contribution in the field of Economics, Ethics and renaissance of the Muslims positively impacted those in his time continues to do so. It will be no overstatement to say that Shah Wailullah's reformist ideas in Ethics and Economics profoundly impacted those of his time such as extent that annals of history of sub-continent cannot be discussed without referring to his influence. Even the various school of thoughts and reformist of our time.

Keywords: Ethical Education, Society, Humanity, Prosperity, Reforms

جب کائنات، ارضی وسائل زندگی سے، آراستہ ہوگئی تو خالق کائنات نے انسان کو پیدا کیا۔ اصول فطرت کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے اس کو اپنی ہدایات سے نوازا۔ اس زمین پر آنے والے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو شرفِ نبوت عطا کرکے اس کو ہادی بنا کر بھیجا، کیونکہ اللہ تعالی کو بنی نوعِ انسان کی ہدایت ہی مقصود و مطلوب تھی۔ جیسے ہی انسانیت ترقی کے مناظر طے کرکے اصولِ فطرت سے مستفید ہوئی، تو شیطانی طاقتوں نے راہ ہدایت سے اس کو بہکانے کی کوشش شروع کردی۔ اللہ تعالی نے بھی انسانوں میں سے کسی کو نبیؑ تو کسی کو رسولؑ اور کسی کو اولوالعزم منصبِ رسالت عطا کرکے راہ ہدایت پر چلنے کے لیئے راستہ آسان فرمادیا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی آمد کا طویل سلسلہ اسی حقیقت کی عکاسی کرتا ہے، کہ انھوں نے اصول فطرت کے مطابق لوگوں کو راہ حق پر چلنے کی تاکید کی، اپنے پیروکاروں کو منظم کیا اور صحیح نظام قائم کرنے کی جدوجہد کی۔

بعد ازاں جب انسانیت کا عملی ارتقا اور علمی مرحلہ نقطہ عروج پر پہنچا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب اور خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث بر سالت کیا۔ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے میں اپنا بہترین نظام پیش کیا جس کی مثال دنیائے تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین کا دَور، جو اسلام کا مثالی دوُر رہا ہے۔ اس کے بعد مسلم معاشرے میں ہر قسم کی برائیوں اور بداخلاقیوں کے خلاف اس دور کے علما کرام جدوجہد کرتے رہے۔ اسی طرح عوام میں دینی شعور دین کے علَم بردار اور اہل حق طبقے نے دیا۔ ایسے افراد اور علما میں

[1] Assistant Professor, M.H.K.T Govt: Boys Degree College, Tando Jam Muhammad.

سے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بھی ایک ہیں، جس نے مسلمانوں کی زبوں حالی اور دگر گونی کو محسوس کیا اور اس کی اصلاح کی کوشش کی۔ شاہ صاحب اس دور میں آئے، جب مسلمانوں کا نظام اخلاق اور معیشیت تباہ اور بے کار ہو چکا تھا۔ ان کے خیال میں مسلم معاشرے کے زوال کے اسباب میں سے ایک سبب مذہبی شعار سے بے اعتنائی اور علماء دین سے بے تعلقی تھی۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کا سبب انہوں نے اخلاقی اور اقتصادی انحطاط کو قرار دیا تھا۔ جہاں تک اخلاقی اور معاشی خرابیوں کا تعلق تھا تو ہر طبقہ اس میں یکساں گرفتار تھا۔ امیروں سے خطاب کرتے ہوئے شاہؒ صاحب نے فرمایا: "تم خدا سے نہیں ڈرتے، دنیا کی فانی لذتوں میں ڈوبے جا رہے ہو، جن لوگوں کی نگرانی تمہارے سپرد ہے، ان کو تم نے چھوڑ دیا ہے۔"[1]

اسی طرح عوام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "تم اپنے خرچ میں اعتدال کی راہ اختیار کرو اور محض اتنی ہی روزی پر قناعت کرنے کے لیئے آمادہ ہو جائو، جو با آسانی تمہیں اُخروی زندگی کے نتائج تک پہنچا دے۔ اپنے خرچ کو اپنی آمدنی سے کم رکھا کرو، یا جو بچ جائے اس کو غریبوں اور مسکینوں کی مدد میں خرچ کیا کرو۔ اگر ایسا کروگے تو اللہ تعالی تمہیں اخلاق اور معاش کی راہ سمجھا دیگا جو کہ تمہارے لیئے کافی ہوگی۔"[2]

خلاصہ یہ کہ شاہ صاحبؒ نے اس نظام کو سہارا دینے کے بجائے **"فک کل نظام"** ہر فرسودہ نظام کو توڑنے کا نظریہ بلند کیا۔ اس کی جگہ اپنا فلاحی نظام پیش کیا۔ اس سلسلے میں آپؒ نے جو اخلاقی اور معاشی اصول پیش کیئے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

علم اخلاق اور علم معیشت کا باہمی تعلق

اخلاق خُلق کی جمع ہے جس کی معنی ہے عادتیں، خصلتیں، مروت، ملنساری، خوش مزاجی، یا خندہ پیشانی سے ملنا۔

علم الاخلاق کے ساتھ علم المعیشت کا تعلق ہے، مگر حکما اسلام میں چونکہ صرف حکیم الامت شاہ ولی اللہ نے ہی اس تعلق کو علم الاخلاق میں بہت اہمیت دی ہے۔ اور حکمت ولی اللہ ہی میں اس کا مقام بہت بلند ہے، اس لیے اگر ہم اس کی تعبیر ان الفاظ میں کریں کہ شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کا خصوصی امتیاز کیا ہے؟ تو یہ صحیح اور بر محل ہوگا۔[3]

حضرت شاہ ولی اللہ کے زیر بحث نظریہ اخلاق کے پیش نظر اجتماعی اخلاق اور عادلانہ معاشی نظام میں ایسا تلازم ہے، جو کسی طرح ایک دوسرے کو جدا ہونے نہیں دیتا۔ شاہ صاحبؒ کی نظر میں اجتماعی اخلاق میں حسن و کمال جب ہی پیدا ہو تا ہو سکتا ہے کہ حکومت کا معاشی نظام ایسے اعتدال پر ہو کہ جس میں عیش پسندی کا دخل نہ ہو نہ افلاس اور فقر فاقہ کا اور نہ معاشی دستبرد اور آئینی استحصال بالجبر پر قائم ہو اور نہ معیشت کے ترقی پذیر ذرائع سے خالی اور محروم ہو۔ یہاں پر اخلاق کے متعلق چند آیات کا تذکرہ پیش کیا جا رہا ہے:

دین کی اصطلاح میں اس پوری حقیقت کو قرآن عزیز نے اپنے معجزانہ انداز میں اس طرح بیان کیا ہے ارشاد مبارک ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَ أْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ أَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِين۔[4]

ترجمہ: اے پیغمبر لوگوں کے قصور معاف کر دیا کرو اور ان کو نیکی کی ہدایت کیا کرو اور جاہلوں سے کنارہ کش رہو۔

اس آیت کریمہ میں تین اہم اخلاقیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس میں سے ایک معاف کرنا دوسرا نیکی کا حکم دینا اور تیسرا جاہلوں سے دور رہنا، یہ تینوں نیکیاں انسان کو بلند کرتی ہیں اور ان کی وجہ سے معاشرہ امن و سکون پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر فرمان ہے:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِين۔[5]

ترجمہ: اے پیغمبر آپ لوگوں کے قصور معاف فرمادیجئے بے شک اللہ تعالیٰ نیکوکاروں سے محبت کرتا ہے۔

نیز فرمان الٰہی ہے:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔[6]

ترجمہ: جو شخص صبر اور معافی اختیار کرے وہ بہترین انسان ہے کیوں کہ صبر و معافی بڑی ہمت کا کام ہے۔

یقیناً مشکلات پر صبر کرنا اور دوسروں کو معاف کرنا اچھے اور عظیم اخلاق میں سے ہیں اسی طرح اچھی اور شائستہ گفتگو جو دشمن کو بھی دوست بنالیتی ہے۔ اس متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِى بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ۔[7]

ترجمہ: نیکی اور بُرائی برابر نہیں ہوسکتیں اے پیغمبر! آپ لوگوں کو اچھا جواب دیا کریں اس سے آپ کے دشمن اچھے دوست بن جائینگے جیسے کوئی پکا دوست ہوتا ہے۔

مذکورہ قرآنی آیات میں آپ ﷺ کو اخلاق و آداب کی تعلیم دی گئی ہے۔ حضور ﷺ کی ان اخلاق کریمہ کے ذکر میں علماء نے جو روایات بیان کی ہیں وہ اس طرح ہیں کہ: آپ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ نرم مزاج، بہادر، عادل اور سخی تھے۔ آپ ﷺ سے جو کوئی چیز مانگتا تھا، آپ ﷺ اسے عطا فرمادیتے تھے۔ سائلوں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتے تھے۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ حیادار تھے۔ آزاد اور غلام کی دعوت قبول فرماتے تھے۔ اس ضمن میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں: "جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اخلاق حسنہ میں کامل و مکمل فرمادیا تو اسکی توثیق و تعریف کے طور پر فرمایا، یعنی اے ہمارے حبیب آپ اعلیٰ درجے کے خوش اخلاق ہیں۔"[8]

حکیم الامت حضرت شاہ ولیؒ اللہ

گیارویں صدی ہجری کی شروع میں، یوپ کے غیر معروف قصبہ پھلت میں، حضرت عمر بن خطابؓ کی نسل سے ایک بچے نے شاہ عبدالرحیمؒ کے گھر، عالم وجود میں قدم رکھا۔ والدین کی جانب سے نام اگرچہ احمد موسوم کیا گیا، لیکن اپنے فطری کمالات اور حکمت کی وجہ سے امامت کبریٰ نے، اس آفتاب حکمت کو برصغیر بلکہ پوری دنیائے اسلام نے ولی اللہ کے لقب سے مشہور کیا۔ یہ ایک حقیقت ہے، شاہ ولیؒ اللہ دہلوی نے حکمت ربانی اور فلسفہ الٰہی کا جو اسلوب قائم کیا، وہ اپنے پیشرؤوں سے زیادہ ممتاز اور اپنی حیثیت سے زیادہ اہم ہے۔ بلکہ تمام اسلامی و غیر اسلامی حکماء و فلاسفہ کے نظریہ اخلاق میں وہ حقیقت مفقود نظر آتی ہے، جو شاہ صاحب میں بدرجہ کمال پائی جاتی ہے۔[9]

اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ شاہ صاحبؒ میں بعض ایسی امتیازی خصوصیات پائی جاتیں ہیں، جو تاریخ اسلام میں کسی ایک شخصیت میں اس طرح جمع ملتی ہوں۔ وہ بیک وقت حکیم و متکلم بھی تھے، مفسر و محدث، مجتہد و فقیہہ بھی تھے، علم تصوف پر بھی ان کی گہری نظر تھی اور ایک عالم نفسیات کی طرح نفس کی باریکیوں سے بھی واقف تھے۔ وہ ایک کامل صوفی مسند و ارشادِ بزرگ بھی تھے۔ ان دینی علوم کے ساتھ ساتھ حکمت عملی پر، آج جیسے عمرانیات کہا جاتا ہے، شاہ صاحبؒ کو پورا عبور تھا۔

ان علمی کمالات کے علاوہ برصغیر کی تاریخ کے اس ہولناک دور میں، جو افراتفری، سیاسی انتشار، فکری پراگندگی، محلاتی سازشیں، دین و مذہب سے بیزاری، الغرض کون سی ایسی خامیاں تھیں جس میں پوری کی پوری قوم مبتلا نہ تھی۔ مرکزیت کے فقدان، رات دن باشاہوں کے قتل اور خون ریزی کے سارے واقعات آپ کے سامنے ہوئے۔ علماء کی عدم فرائض شناسی، فقراء کے بھیس میں نام نہاد متصوفین کی تلبیس کے ذریعے تصوف اور صوفیاء کے خلاف نفرت، یہ سب کچھ اپنے عروج پر تھا۔ ان حالات میں شاہ صاحبؒ نباضِ ملت کی حیثیت سے معاشرے کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ کے اصلاح احوال کی کوشش میں مصروف ہوگئے۔ آپ نے غافل عوام کو نئے سرے سے قرآن و حدیث کی دعوت دی۔ تقلید و عدمِ تقلید کی بحثوں کی وضاحت فرمائی۔ فقہ و کلام، عقائد و تصوف، ان تمام موضوعات پر ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی موئثر تصانیف کے ذریعے اسلامی فکر کی وضاحت کی۔ یہی وجہ ہے آپ کی بعض شہرہ آفاق کتابیں پوری دنیائے اسلام میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتیں ہیں۔ اس سلسلے میں آپ سے جو کچھ ممکن تھا مسلمانوں کی اصلاح پوری عمر کرتے رہے۔

شاہ صاحب کا نظریہ اخلاق

شاہ صاحبؒ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، جو مختلف علوم و فنون کا نادر ذخیرہ ہیں، مگر ان کی تصنیفی زندگی کا شاہکار "حجتہ اللہ بالغہ" ہے۔ یہ کتاب علوم عقلیہ و نقلیہ کا انمول موتی ہے۔ حکمت ربانی کے پیش نظر شاہ صاحبؒ نے انسانی سعادت کے انفرادی و اجتماعی دونوں پہلوں کے ساتھ دنیاوی و اُخروی دونوں زندگیوں کے متعلق تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب کا ایک حصہ علم الاخلاق کے متعلق ہے، جس میں اخلاق کے علمی نظریوں اور عملی دستکاریوں کو بہترین طریقے کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔ دوسری کتابوں میں جب آپ علم الاخلاق کے ان مباحث کا مطالعہ کریں گے، جن میں علم الاخلاق کے دوسرے علم کے تعلق پر بحث کی گئی ہے، تو تمام علماء اخلاق اور حکماء و فلاسفہ کو متفق پائیں گے [10]۔ علم مابعد الطبعیات (میٹافزکس)، علم الارتقاء (ایولیوشن)، علم النفس (سائیکولوجی)، فلسفہ تاریخ (فلاسفی آف ہسٹری) کا ذکر کرتے ہیں، لیکن کسی ایک جگہ بھی یہ اشارہ نہیں ملتا کہ علم الاخلاق کا کوئی تعلق اجتماعی علم المعیشیت سے بھی ہے یا نہیں، اگر ہے تو کس طرح کا ہے؟

متاخرین علماء اخلاق جیسے عارف رومیؒ، شیخ سعدیؒ، اور شیخ احمد سرہندیؒ نے اخلاقیات پر بہت کچھ لکھا ہے، مگر دنیا کے اجتماعی اخلاق کی برتری یا بربادی پر جو چیز سب سے زیادہ اثر انداز ہے اور ہوتی رہے گی یعنی اقتصادیات اور اس کا نشان ان کی کتابوں میں ذرہ بھر بھی نہیں ملتا۔ شاہ صاحبؒ کی مشہور زمانہ کتاب حجتہ اللہ البالغہ وہ عالم اسلام کی پہلی کتاب ہے، جس نے ہم کو اس علمی نظریئے سے روشناس کرایا کہ اجتماعی اخلاق کی فلاح و سعادت اجتماعی معاشیات کے عادلانہ نظام پر موقوف ہے۔ دنیا کے قوموں کا اجتماعی اخلاق اس وقت صحیح اور بہتر نہیں ہو سکتا، جب تک ان کے درمیان ایسا اجتماعی نظام قائم نہ ہو جائے، جو افراط و تفریط سے پاک اور اپنے اندر ایک جامع عادلانہ اصول رکھتا ہو [11]۔ چنانچہ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: "عدالت ایک ایسی اساس ہے، جب انسانی اطوار زندگی مثلاً نشست و برخاست، خواب و بیداری، رفتار و گفتار اور شکل و لباس وغیرہ ہو اور اس کا لحاظ کیا جائے تو اس کو ادب کہتے ہیں۔ جب علمی حیثیت یعنی جمع و خرچ کے متعلق ہو اور ان امور کو پیش نظر رکھا جائے تو اسکا نام کفایت ہے۔ اگر تدبیر منزل میں اسکا صحیح استعمال کیا جائے تو وہ آزادی کہلاتی ہے۔ اگر تدبیر مملکت میں اسکو بنیاد بنایا جائے تو اسکو سیاست کہا جاتا ہے۔ اور اگر اسکو باہمی اخوت و محبت اور تعلقات میں اساس بنایا جائے تو اس کو حسن معاشرت کہا جاتا ہے۔" [12]

اخلاق اور نظام عدل

شاہ ولی اللہ اجتماعی اخلاق میں عدل کو یہ حیثیت کیوں دیتے ہیں؟ اسکا جواب خود انہوں نے عدالت کی تعریف کرتے ہوئے حجۃ اللہ بالغہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "عدالت ایک ایسی ملکہ کا نام ہے، جس کے ذریعے سے تدبیر منزل وسیاست مملکت اور اس قسم کی اجتماعی معالات کے لیئے سہولت اور آسانی کے ساتھ ایک عادل اور بہترین نظام خیر قائم ہو جاتا ہے دراصل یہ ایک ایسی نفسیاتی کیفیت کا نام ہے جسے ایسے لطیف افکار کلیہ اور سیاست عالیہ پھوٹ کر نکلتے ہیں جو اللہ تعالی اور اس کے عالم روحانیت کے نزدیک ٹھیک اور مناسب ہوں۔"[13]

فیوض الحرمین میں خُلق حسن "سمت صالح" کی بحث میں شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: "انسان کے اخلاق میں سے ایک خُلق سمتِ صالح کے نام سے موسوم ہے اور اس کی حقیقت عبارت ہے ایک شخص کے نفسِ ناطقہ میں اپنے ان اعمال اور اخلاق کے متعلق بیداری سے، جو نفس ناطقہ اور اللہ کے یا اسکے دوسرے لوگوں کے درمیان ہیں۔ یہ ہے کہ اس کے ذریعے نفس ناطقہ اور اعمال واخلاق میں بیداری اور توبہ کامل حاصل کر لیتا ہے، جو اس کے اور خدا کے درمیان اور تمام مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں اور اسے نظام صالح کی جانب راہ پا جاتا ہے جو رضا الٰہی کا منشا ہے جب اللہ تعالی اپنے بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو ان کو ان اعمال واخلاق کی سمجھ عنایت کر دیتا ہے جو عادلانہ نظام کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔"[14]

مزید شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: "جس شخص میں عدالت کی خصلت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے، اس شخص کو ملاءاعلیٰ کے ان افراد سے جو دنیا میں حق سبحانہ کی فیض رسایوں کا واسطہ بنتے ہیں، جن کی اصل فطرت میں عادلانہ نظام کے قیام کی استعداد ہوتی ہے، اس شخص کو ملاءاعلیٰ کی ان افراد سے بڑی مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس پر ملاءاعلیٰ کے ان افراد کے دلوں سے سورج کی شعاعوں کی طرح نور کی بارش ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے اس شخص کو دنیا میں بڑی آسودگی اور کشائش میسر ہوتی ہے۔"[15]

بنیادی اخلاقیات اور اس کی تعلیم

اخلاق میں انفرادی اخلاق سے زیادہ اجتماعی اخلاق کا مرتبہ ہے قرآن عزیز نے اگرچہ جدا جدا ہر قسم کے اخلاقی اصول بیان کیے ہیں۔ جس آیت کو جامع اخلاق کہا گیا ہے اس میں ان اخلاق کریمانہ کا ذکر ہے، جو اجتماعی یا بنیادی اخلاق کہلاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ[16]

ترجمہ: خدا تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

بنیادی اخلاقیات کے سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ چار بنیادی خصلتوں کی جو تعلیم دی ہے وہ درج ذیل ہے:

1. **طہارت:** وہ وجدانی کیفیت ہے جو انس اور نور سے تعبیر کی جاسکتی ہے اس وجدانی کیفیت میں جو باتیں خلل انداز ہوتیں ہیں ان سے نجات حاصل کرنے کو طہارت کہا جاتا ہے۔
2. **خضوع:** یعنی نہایت ہی حد درجے کی عجز و نیاز مندی ہے اس کی اجمالی تفصیل یہ ہے کہ ایک سلیم الفطرت شخص جب طبعی اور خارجی تشویشوں سے فراغت کے بعد اللہ کے صفات اور اسکے جلال اور اسکی کبریائی میں غور کرتا ہے تو اس پر ایک حیرت اور خوف زدہ کیفیت طاری ہو

جاتی ہے اور یہی کیفیت اسے خضوع کی طرف لے جاتی ہے۔

3. **ضبط نفس:** اسکی معنی یہ ہے کہ نفس طلب لذت حب انتقام، بخل، وغیرہ سے مغلوب نہ ہو اور شریعت کی بنائی ہوئی حدوں سے تجاوز نہ کرے۔

4. **عدالت:** سیاسی اور اجتماعی نظاموں کی روح رواں یہی خصلت ہے اور اپنی حرکات و سکنات پر نظر رکھنا، جمع و خرچ، خرید و فروخت اور تمام معاملات میں عقل و تدبر سے کام لینا کفایت ہے۔

مندرجہ بالا اخلاقی تعلیمات کے سلسلے میں شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ''اس فقیر کو یہ بتایا گیا ہے، تہذیب نفس کے سلسلے میں شریعت کا مقصد دراصل یہ ہے کہ انسانوں میں یہ چار خصلتیں پیدا ہوں اور جو چیزیں ان چار خصلتوں کے خلاف ہوں، ان کی نفی کی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے انبیاء علیہم السلام کو انہیں چار خصلتوں کو بروئے کار لانے کے لیئے معبوث فرمایا۔ اور تمام شریعتوں نے ان چار خصلتوں کی تلقین فرمائی۔ الغرض شریعت الٰہی میں ترغیب و تعریف کا سارہ زور انہیں چار خصلتوں کے پیدا کرنے پر مرکوز ہے۔ جن چیزوں سے لوگوں کو ڈرایا گیا ہے، حقیقت میں وہ ان چار خصلتوں کی ضد ہیں۔ جس شخص نے اس راز کو معلوم کر لیا وہ صحیح معنیٰ میں فقیہ فی الدین اور راسخ فی العلم ہے۔ وہ شخص جس نے شریعت کے ظاہری اعمال میں ان خصلتوں کا سراغ لگایا، ان کے رنگ مین رنگا گیا اور اس نے اپنی ذات کے اصل جوہر میں ان خصلتوں کا اثر جذب کر لیا تو اسکا شمار محسنین میں ہو گا۔''[17]

حاصل کلام یہ ہے کہ یہی وہ چار خصلتیں یا بنیادی اخلاقیات ہیں جن پر انسان کی نجات کا دارومدار ہے۔ اس بحث کو قرآن حکیم کی روشنی میں دیکھا جائے جو انسان اخلاق کریمانہ سے متصف نہیں، تو وہ پھر حیوانوں اور چوپایوں سے بھی برتر ہے اور اس آیت کریمہ کا مصداق ہے

لَهُمْ قُلُوبٌ لا يَفْقَهُونَ بِها وَ لَهُمْ أَعْيُنٌ لا يُبْصِرُونَ بِها وَ لَهُمْ آذانٌ لا يَسْمَعُونَ بِها أُولئِكَ كَالْأَنْعامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولئِكَ هُمُ الْغافِلُونَ۔[18]

ترجمہ: ان کے دل ہیں پر سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں پر دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں پر سنتے نہیں یہ چوہائیوں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں جو غفلت میں سرشار ہیں۔

اخلاق کا تعلق معیشیت سے

قرآن عزیز نے اپنے معجزانہ اختصار کے ساتھ دیگر شعبہ زندگی کی طرح اصول و کلیات کے ساتھ معاشیات کا بھی ذکر فرمایا ہے کیونکہ معیشیت یا اسباب معیشیت خدائے تعالیٰ کی ایسی افضل نعمت ہے جس سے فائدہ اٹھانے کا ہر انسان کو برابر کا حق ہے:

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فَيهَا مَعَايِشَ وَمَن لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ۔[19]

ترجمہ: اور تمہارے لیے زمین میں معیشیت کے سامان بنادیئے اور ان کے لیئے جن کو تم روزی نہیں دیتے۔

اسی طرح ایک اور آیت کریمہ میں ارشاد ہے:

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُستَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ۔[20]

ترجمہ: اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق خدا کے ذمے ہے۔ وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی۔ یہ سب کچھ کتاب روشن میں (لکھا ہوا) ہے۔

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۔[21]

ترجمہ: اور تمہارا رزق اور جس شے کا تم وعدہ دیئے گئے ہو آسمانوں میں (یعنی اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں) ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر انسان کی معاشی زندگی کا کفیل ہے اور اسکا یہ وعدہ ہے کہ ہر ایک جاندار کی رزق کا ذمہ اس پر ہی ہے لیکن اس کے لیئے محنت شرط ہے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا تزول قدما عبد یوم القیامة حتی یسأل عن اربع: عن علمه ما عمل فیه ، و عن عمره فیم افناه ، و عن ماله من این اکتسبه و فیم انفقه، و عن جسده فیم ابلاه۔[22]

ترجمہ: روز قیامت کوئی شخص چار امور کے متعلق جواب دیئے بغیر اپنے جگہ سے جنبش نہ کر سکے گا، اپنے علم کے بارے میں اس پر کس حد تک اس پر عمل کیا۔ اپنی عمر کے بارے میں اسے کس کام میں صرف کیا۔ اپنے مال کے بارے میں اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ اور اپنے جسم کے بارے میں اسے کن سرگرمیوں میں صرف کیا۔

شاہ صاحبؒ نے بار بار اپنی کتابوں میں اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کیونکہ تمام اخلاقی اور عملی خرابیوں کی اصل وجہ معاشی اور اقتصادی بدحالی ہے۔ شاہ صاحب کا اصل مقصد اخلاق اور معیشیت کی باہمی مناسبت کی اہمیت کو واضح کرنا تھا۔ عام طور پر بھی فلسفہ تصوف اخلاق سے شروع ہوتا ہے۔ انسانیت کے ساتھ اقتصادیات یا معیشت کا جو تعلق ہے، اس پر شاہ صاحب کے علاوہ کسی نے توجہ نہیں کی ہے۔ اگر کسی نے اخلاق کی طرف توجہ کی ہے، تو معیشت کی طرف نہیں کی ہے، جو انسانی اخلاقیات کا لازمی اور ضروری جز ہے۔ اگر کسی غیر مذہب شخص نے معیشت کی طرف توجہ کی ہے، تو اخلاقیات کو ضروی نہیں سمجھا۔ اس وجہ سے انسانیت کی فلاح و بہبود کی پوری پوری کوششیں بیکار اور بیوس ہو کر رہ گئیں۔ اس کے برعکس شاہ صاحب نے زندگی کی اس اصل حقیقت کو اسکی صحیح شکل میں لانے پر بہت زور دیا۔ چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ میں اس امر کی تفصیل کے ساتھ وضاحت بھی فرمائی ہے کہ انسان کی اخلاقی زندگی کا دارومدار بہت حد تک اس کی معاشی زندگی کے حسن انتظام پر ہوتا ہے۔ اس کے متعلق شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ”اگر کسی قوم میں تمدن اور صنعت کی مسلسل ترقی جاری رہے، تو اس کی صنعت و حرفت کمال درجے پر پہنچ جاتی ہے۔ اس کے بعد اگر حکمران جماعت آرام و آسائش زینت و تفاخر کی زندگی کو اپنا شعار بنالیں، تو اس کا بوجھ قوم کے کاریگر طبقات پر اتنا بڑھ جاتا ہے کہ معاشرے کا اکثر حصہ حیوانوں جیسی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ انسانیت کے اجتماعی اخلاق اس وقت برباد ہو جاتے ہیں، جب کسی جبر سے ان کو معاشی تنگی پر مجبور کر دیا جائے، اس وقت گدھوں اور بیلوں کی طرح روٹی کمانے کے لیئے کام کریں گے۔“[23]

اجتماعی اور انفرادی زندگی کے لیئے معاشیات ایک ضروری اور اہم چیز ہے۔ ہر انسانی جماعت یا فرد کو ایسے معاشی نظام کی ضرورت ہوتی ہے، جو اس کی ضرویات زندگی کا کفیل اور مددگار ثابت ہو۔ معاشی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد ہر انسان کو اطمینان قلب میسر ہوتا ہے۔ اس کے بعد جو خالی وقت بچ جاتا ہے، کسب معاش یا روزی حاصل کرنے سے، تو وہ زندگی کے ان شعبوں کی ترقی اور تہذیب کے طرف متوجہ ہو سکتے ہیں جو انسانیت کا اصل اثاثہ ہیں۔ اس کے برعکس اگر انسان کو معاشی ضرویات فراہم ہی نہ ہو گیں تو اس کی زندگی بیکار بن کر رہ جائے گی۔

صحیح اور بہتر معاشی نظام کے زیر اثر انسانوں کے انفرادی اور اجتماعی اخلاق تکمیل پذیر ہوسکتے ہیں۔ اخلاقیات کی یہ تکمیل اسے اللہ رب العزت کے ہاں جنت کا حقدار بنائے گی۔

معاشی اصول و تعلیم

شاہ صاحبؒ نے اسلام کی روشنی میں معاشی اصول کی جو تعلیم دی ہے وہ درجہ ذیل ہے:

1. دولت کی اصل بنیاد محنت ہے، مزدور اور کاشتکار قوت کا ذریعہ ہیں باہمی تعاون شہریت کی روح رواں ہیں جب تک کوئی شخص ملک اور قوم کے لیے کام نہ کرے ملک کی دولت مین اس کا کوئی حصہ نہیں۔
2. مزدور، کاشتکار اور جو لوگ ملک اور قوم کے لئے دماغی کریں وہ دولت کے اصل مستحق ہیں ان کی ترقی اور خوشحالی ملک اور قوم کی ترقی اور خوشحالی ہے جو نظام ان قوتوں کو دبائے وہ ملک کے لئے خطرہ ہے۔
3. جو سماج محنت کی صحیح قیمت ادانہ کرے مزدوروں اور کاشتکاروں پر بھاری ٹیکس لگائے وہ سماج قوم کا دشمن ہے اس کو ختم ہوناچاہیے۔
4. جو پیداوار یا آمدنی باہمی تعاون کے اصول پر نہ ہو وہ خلاف قانون ہے۔
5. وہ کاروبار جو دولت کی گردش کو کسی خاص طبقے میں منحصر کردے وہ ملک اور قوم کے لئے تباہ کن ہے۔

وسائل معاش سب کے لیئے یکساں ہیں

حضرت امام شاہ ولیؒ اللہ محدث دہلوی اس موضوع پر حجۃ اللہ البالغہ میں نہایت ہی مدلل انداز سے تحریر فرماتے ہیں:

"معلوم ہوناچاہیے کہ جب خدا تعالی نے جب مخلوق کو پیدا کیا۔ اور زمین میں ان کی روزی مقرر کی اور زمین کی یداواراور سے متمتع ہونے میں مخلوقات کے درمیان مزاحمت اور مناقشت شروع ہوگئی تب اللہ تعالی نے حکم دیا جب کوئی شخص سبقت اور پہل کر کے کسی چیز کو اپنے قبضے میں لے یا مورث کے قبضہ کی وجہ سے اس کی وراثت میں آجائے یا ان کے علاوہ دوسرے طریقوں سے اسکا قبضہ لیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز طریقے قرار پاچکے ہوں تو اسی صورت میں اب کسی دوسرے شخص کو اس چیز پر مزاحمت کا حق ہرگز نہیں ہے۔"[24]

اس کے ضمن میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوھاروی نے امام شاہ ولیؒ اللہ کی رائے سے ماخوذ چند معاشی اصول اپنی کتاب میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہیں: "معیشت میں فطری تفاوتِ درجات کے باوجود تمام مخلوق یکساں اور برابر ہے۔ کسی فرد کو ان اموالِ مباح میں اسی قدر اور اسی طریقے سے قبضہ و تصرف جائز ہے کہ اس سے دوسرے فرد کے لئے معاشی تنگی کے اسباب پیدا نہ ہو جائیں۔ نیز معاشی معاملات میں باہمی تعاون و اشتراک عمل واجب اور ضروری ہے۔ اور یہ تعاون ایسے صحیح اور سالم طریقوں پر مبنی ہونا چاہیئے کہ اس سے نظامِ تمدن میں کوئی خرابی نہ پھیل جائے، یعنی ان کے ذریعے معاشی معاملات میں ایک دوسرے کو مدد ملے نہ کہ ایک کا فائدہ دوسرے کے نقصان پر موقوف ہو۔"[25]

رزق حلال کے لیئے کوشش کرنا

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین پر وسائلِ معاش سب کے لیئے یکساں اور برابر ہیں، تو ان کے حصول کے لیئے قرآن عزیز نے ہر انسان کو اپنی قوت اور استعداد کے مطابق جدو جہد کرنے کی نصیحت اور تاکید فرمائی ہے۔ کیوں کہ دنیا میدان عمل ہے، تمام جانداروں اور

انسانوں کے لیئے اللہ رب العزت نے سامان رزق کے ذخیرے زمین میں جمع کر دیئے ہیں، مگر ہر ایک کے لیئے ان کی تلاش اور جستجو شرط ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد باری ہے:

فَإِذا قُضِيَتِ الصَّلاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَ ابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَ اذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيراً لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۔[26]

ترجمہ: پس جب نماز پوری ہو جائے تو زمین پر بکھر جائو اور اللہ تعالیٰ کے فضل رزق کو تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اسی طرح ایک آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّما تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثاناً وَ تَخْلُقُونَ إِفْكاً إِنَّ الَّذينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقاً فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوهُ وَ اشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔[27]

ترجمہ: تو تم خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو اور طوفان باندھتے ہو تو جن لوگوں کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو وہ تم کو رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے پس خدا ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جاؤ گے۔

اسی طرح ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ ایک حدیث مبارکہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة۔[28]

ترجمہ: حلال معیشت کا طلب کرنا فرض عبادت کے بعد کہ سب سے بڑا فرض ہے۔

ان آیات واحادیث اور احکام اسلامی کے پیش نظر تمام انسانوں کو یہ آزادی حاصل ہے معیشت کے حصول میں عین اخلاقی اصولوں کے مطابق اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں نہ کہ ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں۔

دُور حاضر کے مسائل اور اسکا حل

دُور حاضر کے تمام اخلاقی اور معاشی مسائل کو شاہ صاحب کی تعلیمات کی روشنی میں حل کیا جاسکتا ہے اس کے بغیر معاشرے یا سوسائٹی کی کامیابی کی کوئی دوسری راہ نہیں ہے۔

پس جو قوم اخلاق اور معیشت کے باہمی تلازم سے دوچار خالی اور محروم ہو گی، تو وہ قوم معاشی پریشانیوں اور بداخلاقیوں کا گہوارہ بن جائے گی۔ اس میں ذلت نفس، ناامیدی، عجز، بزدلی، اخلاص، ظلم اور جہالت، ناانصافی، لاقانونیت، تعلیم کا فقدان، حق تلفی اور غیر محفوظ زندگی جیسی بداخلاقیاں نمودار ہو جائیں گی۔

شاہ صاحبؒ کے پیش نظر اخلاق اور معیشت کی آپس میں جو مناسبت ہے، وہ ایک کو دوسرے سے جدا ہونے نہیں دیتی۔ انسانوں کے اجتماعی وانفرادی اخلاقیات میں حسن و کمال تب ہی پیدا ہو سکتا ہے جب ان کی معیشت مضبوط ہو گی۔ معیشت تب مضبوط ہو گی جب ان کے تمام اخلاق عین مذہبی افکار اور تعلیم کے مطابق ہونگے، جس میں عیش پسندی اور آئینی استحصال بالجبر کا دخل نہ ہو۔

موجودہ دُور بھی ہم سب سے اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ معاشرے میں جتنی بھی اخلاقی اور معاشی خرابیاں دیکھنے میں آرہی ہیں، ان سب کی اصلاح شاہ صاحب کی تعلیمات کی روشنی میں حل کیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات

[1]نظامی، خلیق احمد، شاہ ولیؒ اللہ کے سیاسی مکتوبات، ناشر: ادارہ اسلامیہ لاہور، سال1978، ص33

[2]ایضاً، ص34

[3]محمد عبد اللہ مقالہ برائے پی ایچ ڈی" شاہ ولی اللہ کے معاشی نظریات کا تحقیقی مطالعہ (پاکستان کے معاشی مسائل کے حوالے سے) کلیہ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی، سال 2004۔2005،ص197)

[4]القرآن الکریم، سورۃ الاعراف، آیت199

[5]ایضاً سورۃ المائدہ، آیت13

[6]ایضاً، سورۃ الشوریٰ، آیت43

[7]ایضاً سورۃ حٰم السجدہ، آیت34

[8]غزالی، امام محمد، رسائل امام غزالی، جلد اول، ناشر: دارالاشاعت کراچی، سال1990، ص437

[9]محمد عبد اللہ، پی ایچ ڈی تھیسز کراچی یونیورسٹی، ص199

[10]ایضاً، صفحہ 199 تا200

[11]ایضاً، ص200

[12]دہلوی، شاہ ولیؒ اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، جلد دوئم، ناشر: شاہ ولیؒ اللہ انسٹیٹیوٹ دہلی، سال2014، ص69

[13]ایضاً ص68

[14]دہلوی، شاہ ولیؒ اللہ، فیوض الحرمین، ناشر: دارالاشاعت کراچی، سال:1992، ص263

[15]دہلوی، شاہ ولیؒ اللہ، تصوف کی حقیقت اور اس کا فلسفہ تاریخ (اردو ترجمہ ہمعات)، مکتبہ رحمانیہ دیوبند، یوپی، سال1969، ص209

[16]القرآن الکریم، سورۃ النحل، آیت90

[17]دہلوی، شاہ ولیؒ اللہ، تصوف کی حقیقت اور اس کا فلسفہ تاریخ (اردو ترجمہ ہمعات)، ص202

[18]القرآن الکریم، سورۃ الاعراف، آیت179

[19]ایضاً سورۃ الحجر، آیت20

[20]ایضاً سورۃ الہود، آیت6

[21]ایضا سورۃ الزاریات، آیت22

[22]قاضی، امام ابویوسف، کتاب الخراج، ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور، سال2018

[23]دہلوی، شاہ ولیؒ اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، جلد اول، ص171

[24]ایضا، جلد دوئم، ص241

[25]مولانا، حفظ الرحمٰن، سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، ناشر: شیخ الہند آکیڈمی کراچی، ص124

[26]القرآن الکریم، سورۃ الجمعہ، آیت10

[27]ایضاً، سورۃ العنکبوت، آیت17

[28]علی المتقی الہندی بن حسام الدین، کنزل اعمال، جلد دوئم، دائرۃ المعارف، حیدرآباد، حدیث نمبر4167